Year 2023; Vol 02 (Issue 01)
P. 14-26 https://journals.gscwu.edu.pk/

مُسرت مصباح

خیر پور ٹامیوالی، بہاول پور

Musrat Misbah

Khairpur Tamiwali, Bahawalpur

# احمد ندیم قاسمی کے افسانوں میں تصور انسان

## The concept of human being in the short stories of Ahmad Nadeem Qasmi

Abstract:

Ahmad Nadeem Qasmi one of the eminent literary figure of Pakistan. He is one of those writers who had done great work in Urdu Literature. He has depicted the different real life problems of human beings in his writings. Qasmi has a unique personality in terms of fiction. His fiction is very broad in terms of themes. Qasmi has been distinguished by his idea of humanism in his writings. In Urdu (short story) Qasmi presented the dignity of human being. In fact his writings are the representation of poor and suppressed human beings. Assuredly, the subject of most ahmad nadeem qasmi's works is the ascension of humanity and respect for humanity. In this regard his short story "I am a human being" and the poem "Man is great" are the best reflection of Qasmi's concept of man.

Key words:

Human being, love ,the great war, mother love, feudal lord, feudal oppression, religious exploitation, contradiction in urban society, dignity.

تصور انسان بنیادی طور پر انسان دوستی، حب انسانیت، انسانی مساوات اور عظمت انسانی کے پہلوؤں کو اجاگر کرتا ہے۔ ادب ہو یا مذہب یا دنیا کا کوئی اور ضابطہ، سب کا مرکز و محور انسان ہے۔ انسان ہی وہ پیمانہ ہے جس کو مد نظر رکھ کر تخلیقات کی جاتی ہیں یا کچھ اصول و ضوابط مرتب کیے جاتے ہیں۔ آدمی اور انسان میں بظاہر کوئی ظاہری فرق نظر نہیں آتا۔ لیکن حقیقت میں دونوں ایک ہونے کے باوجود دو یونٹ ہیں۔ آدمی اور انسان کے فرق کو اس طرح بھی واضح کیا جاسکتا ہے کہ ہم اس دنیا میں آدمی کی صورت میں آئے لیکن یہاں آنے کے بعد جو کردار ادا کرنا ہوگا وہ بحیثیت انسان کا ہوگا۔ آدمی صرف مٹی کا پتلا ہے جس میں صرف روح پھونک دی گئی ہے لیکن انسان وہ ہے جو اپنے آپ کو پہچانے اپنے مقصد کو جانے۔ انسان کو تمام مخلوقات میں فضیلت دی گئی کیونکہ وہ اپنے نفس اور دماغ کو قابو میں کر سکتا ہے وہ اپنے ساتھ ساتھ دوسروں کا بھی احساس کرتا ہے کیونکہ جس میں احساس کی خوبی نہیں وہ صرف آدمی یا مٹی کا پتلا ہوتے ہیں۔

افسانہ نگاری کے حوالے سے قاسمی کی شخصیت ایک منفرد حیثیت کی حامل ہے۔ ان کی افسانہ نگاری موضوعات کے حوالے سے بہت وسعت کی حامل ہے۔ احمد ندیم قاسمی نے جس دور میں افسانہ نگاری کا آغاز کیا، وہ دور علامت سازی کی بجائے واقعات پر بننے والی کہانیوں کا تھا۔ قاسمی نے مختلف معاشرتی موضوعات کو پیش کرتے ہوئے معاشرے کے پسماندہ طبقے کے انسانوں کی نفسیات کا بھرپور احاطہ کیا۔ احمد ندیم قاسمی کی انفرادیت ان کے موضوعات ہیں جن پہ دوسرے افسانہ نگاروں نے بہت کم قلم اٹھانے کی جسارت کی۔ جیسا کہ ضعیف الاعتقادی، توہمات، پیری فقیری، اور اس کی آڑ میں چلنے والے غیر اخلاقی دھندے، مذہب کے نام پر ظاہر داری فروعات اور دیہی معاشرے میں خاندانی رقابتیں وغیرہ۔

احمد ندیم قاسمی نے اپنے افسانوں میں ایسے انسانوں کا تصور پیش کیا جو غریب سادہ لوح خوش اخلاق اور ملنسار اور مہمان نواز ہیں۔ ان میں خلوص وچاہت اور بے لوث محبت کے جذبات ہیں اس کے ساتھ ساتھ وہ دیہی ثقافت اور عظمت و جلال کے علمبردار بھی ہیں۔ جیسا کہ افسانہ ہر جائی میں بوڑھی عورت کہتی ہے۔

"روزانہ چھاچھ پی جایا کرو بیٹا، تیرا اپنا گھر ہے" (1)

اسی طرح "بوڑھا سپاہی" میں بوڑھا اپنے مہمان کی تواضع اس طرح کرتا ہے کہ

"بروٹے کے نیچے اس نے اپنی چادر بچھا دی۔ اس پر ہم دونوں بیٹھ گئے، پھر اس نے
ایک پوٹلی کھولی ایک روٹی اور ایک بڑا سا پیاز نکالا پیاز کو پتھر پر رکھ کر توڑا اور بولا
'لیجئے کھایئے'" (2)

احمد ندیم قاسمی نے دیہی زندگی کے ایسے انسانوں کو پیش کیا جو مجبور اور محروم تھے جو کسمپرسی کی زندگی بسر کر رہے تھے، جن کی کوئی آواز نہیں تھی، احتجاج کی جرات مفقود تھی جو مسائل اور الجھنوں کا شکار تھے اور دکھوں کو برداشت کرنا ان کے لیے ناگزیر تھا اور وہ اذیت ناک زندگی گزارنے پر مجبور

تھے۔افسانہ "پکا مکان" میں انسان کی مجبوری کی کیفیت یہ ہے جب یارو زمیندار کے لئے نئے مکان پر مزدوری کرتا ہے تو اسے بات بات پر جھڑکیاں اور گالیاں سننے کو ملتی ہیں۔اس کی عزت نفس کو مجروح کیا جاتا ہے لیکن اس کے باوجود وہ ہر بات برداشت کرتا ہے کہ اسے مزدوری کی ضرورت ہوتی ہے۔اس بات پر بوڑھا جس کے جھونپڑے میں یارو رات بسر کرتا ہے یارو سے کہتا ہے کہ

"'یارو بیٹا' یہ مزدوری تمہیں نہیں پھبتی مر جاؤ یا یہاں سے چلے جاؤ۔
کیونکہ زمیندار اور اس کا کارندہ تمہیں گھر کتے ہیں تو ایک تمہاری توہین
نہیں کرتے بلکہ دنیا کے سب نوجوانوں کے منہ پر تھوکتے ہیں۔" (3)

قاسمی انسان کی اس کیفیت سے بذات خود نہ صرف واقف ہے۔بلکہ اس کیفیت کو خود انھوں نے بھوگا بھی ہے۔انسانی فطرت کے جو داؤ پیچ ان کے تجربے میں آئے انھوں نے اسے تخلیق پہ اکسایا۔اس حوالے سے افسانوں میں "بے گناہ"،"دیہاتی ڈاکٹر"،"ننھا مانجھی"،"غیرت مند بیٹا"،"بے چارہ"،"چوری"،"قلی"وغیرہ شامل ہیں۔

افسانہ "بے گناہ" میں زیلدار رحمو کے گھر آکر زمین کے لگان کا مطالبہ کرتا ہے تو اس کا انداز کچھ اس طرح ہوتا ہے

"میں تم جیسے بھکاریوں کے کان کھینچ لیا کرتا ہوں۔پانچ روپے ابھی ابھی پیدا کرو
،ورنہ میں گاؤں کے سارے چوکیداروں کو بلوا کر تمھارا بھرکس نکلوادوں گا۔"
(4)

"افسانہ "قلی" میں قلی اسٹیشن ماسٹر کے بارے میں بتاتا ہے کہ کس طرح وہ اس سے ذاتی اور گھریلو کام کرواتا ہے،اپنے ضدی بچے کے ناز اٹھواتا ہے اور اجرت میں کیا دیتا ہے اس سوال پر قلی کا کہتا ہے کہ

"تیری قمیض چھین لی جائے گی،تیرا نمبر ضبط کر لیا جائے گا،تجھے قید کرادوں گا،تو
بازار سے سودا لینے جاتا ہے تو چونی میں اکنی ضرور ہضم کر لیتا ہو گا۔بھوکا،کتا،غلیظ
چھوکرا،یہ اجرت ملتی ہے۔" (5)

جنگ عظیم کے موضوع پہ لکھے گئے افسانوں میں "بوڑھا سپاہی"،"السلام علیکم" اور "ہیروشیما سے پہلے"،"ہیروشیما کے بعد"، "بابا نور"،"ہیرا"،"آتش گل"،"سپاہی بیٹا"وغیرہ اہم ہیں۔ان میں ایسے انسانوں کا تصور پیش کیا ہے جو معاشی بدحالی کا شکار تھے،جس کے سبب انسانی رشتے بھی پامال ہوئے اور اس کے علاوہ اس کے نتیجے میں پیدا ہونے والے اخلاقی اور نفسیاتی بحران کو بھی پیش کیا۔انھوں نے معاشی زوال سے لے کر اخلاقی تباہی و بربادی تک کی کہانی سنائی ہے کہ قاری کے ذہن میں جنگ کی ہولناکی کا نقشہ ابھر آتا ہے۔

افسانہ "بوڑھا سپاہی" کی کہانی میں انسانی ہمدردی کا پہلو نمایاں ہے۔ اس کہانی میں بازو کٹنے پر سپاہی کی جنگ سے واپسی ہوتی ہے۔ سپاہی اپنی سابقہ محبوبہ کی بھی وفات کے بعد بچوں کی پرورش و دیکھ بھال کی ذمہ داری اٹھاتا ہے اور اس طرح وہ سکون حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ جنگ کے حوالے سے تمام افسانوں میں احساس گناہ کو بھی محسوس کیا جا سکتا ہے۔ یہ احساس اس لئے بھی ہے کہ انسانیت کا خون محض چند ٹکوں کے لئے کیا گیا۔ اس حوالے سے لکھے گئے احمد ندیم قاسمی کے افسانے اس بات کی بھی غمازی کرتے ہیں کہ وہ پر امن زندگی کے حامی اور کشت و خون سے نفرت کرنے والے تھے احمد ندیم قاسمی جنگ کی مخالفت کرتے تھے کیونکہ اس سے انسانیت کی خوشی اور سکون غارت ہوتا ہے اور انسانیت کی بھلائی داؤ پر لگ جاتی ہے اور جنگ کی ہولناکی اور بربریت سے انسان اور معاشرہ بری طرح متاثر ہوتا ہے۔ "آتش گل" میں رمضو کے محاذ پر مارے جانے کے بعد اس کا بوڑھا باپ اپنے یتیم پوتوں کو پندرہ روپے پنشن سے محروم کر دیتا ہے، جس پر اس کی بہو گلابو کا کہتی ہے کہ

> "پندرہ روپے بڈھے کے دماغ میں اس زور سے بجے ہیں کہ اگر اب اسے جیتا جاگتا رمضو مل جائے تو پنشن بند ہونے کے ڈر سے اسے اپنے ہاتھوں سے مار ڈالے گا"۔ (6)

احمد ندیم قاسمی نے جن متنوع موضوعات پہ لکھا ان میں ایک اہم موضوع ماں کا ہے۔ ماں کے حوالے سے لکھے گئے افسانوں میں بیشتر کردار، یتیم بچے، اور ان کی بیوہ اور غریب مائیں ہیں۔ ماں کا کردار کسی بھی انسان کی شخصیت کی تعمیر میں بہت اہمیت کا حامل ہوتا ہے۔ قاسمی کی شخصیت کی تعمیر اور ان میں خود اعتمادی، وخودداری پیدا کرنے میں ان کی والدہ کا بہت زیادہ عمل دخل ہے۔

احمد ندیم قاسمی جب اپنے افسانوں میں غریب اور یتیم بچوں کے کردار کو پیش کرتے ہیں تو کہیں نہ کہیں ان کے بچپن کی جھلک دکھائی دیتی ہے۔ ان کے افسانوں میں مامتا کے کردار میں ان کی ماں کی جھلک دکھائی دیتی ہے۔ جو لازوال محبت و ایثار کے ساتھ ساتھ بے بسی غیرت و حمیت کے جذبوں سے سرشار ہے۔ یہ ایک ایسا کردار ہے جو قاسمی کی زندگی میں نہایت اہمیت کا حامل رہا ہے۔ قاسمی نے ان افسانوں میں اپنے بچپن کے تجربات اور مشاہدات کو بیان کیا ہے، ان افسانوں کے ذریعے قاسمی نے اپنا یتیمی کا درد بیان کیا ہے۔ اور ان ناآسودہ خواہشات کو بیان کیا جو اگرچہ معمولی نوعیت کی ہوتی ہیں۔ لیکن غریب اور یتیم بچے کے لیے پوری ہونا مشکل ہیں۔ ڈاکٹر افشاں ملک کے مطابق:

> "افسانہ نگار کی بچپن سے وابستہ یادیں، خواہشیں اور محرومیاں ان کے افسانوں میں جا بجا موجود ہیں۔ جہاں بھی وہ کسی بچے کا کردار تخلیق کرتے ہیں۔ وہاں احمد شاہ نام کا بچہ لاشعوری طور پر موجود رہتا ہے اور اس کی ماں ان تمام ماؤں کے بیچ موجود رہتی ہے جو غربت اور افلاس کی وجہ سے اپنے بچوں کی پرورش کے لیے

چکی پیستی ہیں۔ محنت کرتی ہیں،اپنے بچوں کی محبت کے لیے آنسو بہاتی ہیں"

(7)

ماں اور بچے کے تعلق کے حوالے سے" ننھا مانجھی"،"خربوزے"،"پاؤں کا کانٹا" "سلطان" "کپاس کا پھول""نیلا پتھر ""پرمیشر سنگھ" "آتش گل""اندمال""چور""مائیں""ممتا"اور"ماں"اہم ترین افسانے ہیں۔

"مامتا" احمد ندیم قاسمی کاماں کے حوالے سے بہترین افسانہ ہے جس میں قاسمی نے پنجابی،انگریزی،اور چینی ماؤں کے کرداروں کو پیش کیاہے اور ماں کے جذبے کو ناقابل بیان وسعت عطا کر دی ہے۔اس کی جغرافیائی حدود سمیٹ کر اس جذبے کو کائناتی رشتوں کی حیثیت دی۔کہانی کے آخر میں جب چینی ماں سپاہی کے بٹن ٹانکتی ہے تاکہ وہ سردی سے محفوظ رہے اور اس کی گال پر بوسہ دیتی ہے تو سپاہی کو ایک دم اپنی ماں یاد آ جاتی ہے اور وہ اپنے احساسات اس طرح بیان کرتا ہے

"اور میں ایک لمحے کے لیے یوں سمجھا جیسے چینی کی یہ پیالی ہوا میں ابھر کر الٹ گئی ہے

اور میں پنجاب میں اپنی ماں کی گود میں گر پڑا ہوں" (8)

ان افسانوں میں قاسمی نے ماں اور مامتا کا جو تصور پیش کیاہے اس کا ایک اہم پہلو یہ بھی ہے کہ ماں کے دل میں اپنے بچوں کے ساتھ ساتھ دوسروں کے بچوں سے بھی اتنا ہی پیار ہوتا ہے،بس اظہار کے لیے کوئی نہ کوئی موقع درکار ہوتا ہے۔

احمد ندیم قاسمی کی آغاز کی تحریریں خصوصاً"چوپال" کے افسانوں کے حوالے سے اگر دیکھا جائے تو یہ تحریریں ان کے محبت کے خوبصورت جذبے کی عکاس ہیں۔ندیم نے اپنی محبت کے جذبے کو کبھی بیان تو نہیں کیا، لیکن ان کی ابتدائی تحریریں یہ اشارہ ضرور دیتی ہیں کہ ان کو کسی شخص سے بے انتہا محبت تھی جسے وہ پا نہ سکے۔ان کی آغاز کی تمام تحریروں میں ایسے انسانوں کو پیش کیا گیا جو محبت کے ایسے جذبے سے سرشار ہیں جو کہ ٹین ایج کے کچے جذبات کا نتیجہ ہوتے ہیں۔ان کے افسانوں کے پہلے چاروں مجموعوں میں اسی جذبے کی کارفرمائی نظر آتی ہے جیسے "چوپال"میں "بے گناہ""ہرجائی""بوڑھا سپاہی""مسافر""حق بجانب" "وہ جا چکی تھی" "انتقام""غرور نفس" "یہ دیا کون جلائے" جیسے افسانوں میں ایسے انسانوں کا تصور پیش کیا۔ لہذا ان افسانوں میں ایسے انسانوں کا تصور پیش کیا گیاہے جن کی محبت کا ایک جیسا انجام نظر آتا ہے اور تمام انسانوں کو ابدی جدائی کا غم سہنا پڑتا ہے محبوب یا محب میں سے کسی ایک کی موت واقع ہو جاتی ہے اور دوسرا فریق ساری عمر یہ داغ سینے سے لگالیتاہے۔احمد ندیم قاسمی کے ہاں زندگی اور حقائق زندگی کے خلاف بہت شدید جذباتی رد عمل نظر آتا ہے۔فکری جذبے کی بجائے ایسا جذباتی انداز ملتاہے جو فرط اضطراب اور شدت آرزو کی شکل میں ندیم کی رومانیت کو ایک لحاظ سے منفی رخ کی طرف لے جاتا ہے۔یہاں سبھی افسانوں میں جذباتیت اور ناپختگی کا جوش نظر آتا ہے۔جن سے ان کی اس ابتدائی عہد کی تخلیقات میں اداسی کی کیفیات ویرانی کا احساس اور آسیبی ماحول پیدا ہوتا ہے۔

مرد وعورت کے تعلق پر مبنی افسانوں میں "سائے" "جوانی کا جنازہ" "حد فاضل" "چھاگل" "مہنگائی الاؤنس" وغیرہ ہیں۔ ان افسانوں سے یہ پتا چلتا ہے تمام کردار معاشی مجبوریوں کے تحت بے بس دکھائی دیتے ہیں اور بے بس انسان کے تحت خود کو کسی نہ کسی کے حوالے کرنے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔ اگرچہ احمد ندیم قاسمی کے افسانے دیہی زندگی بسر کرنے والے انسانوں کی زندگیوں کی تلخیوں کو بیان کرتے ہیں۔ تاہم شہر میں رہتے ہوئے قاسمی کو جن حالات وواقعات کا سامنا کرنا پڑا، جن واقعات نے انھیں متاثر کیا قاسمی نے ان پر بھی قلم اٹھایا اس حوالے سے انھوں نے جس شہری انسان کا تصور پیش کیا ان میں بیشتر افسانوں میں شہر کی عورت کو بے وفا اور خلوص سے عاری بیان کیا اور شہری زندگی کی جھوٹی شان وشوکت، بناوٹ، نفسا نفسی، مصنوعی زندگی اور بے راہ روی کے عناصر کو بیان کیا۔

قاسمی شہری انسان کا تصور پیش کرتے ہوئے جن پہلوؤں کا احاطہ کرتے ہیں ان میں سرمایہ دارانہ نظام، طبقاتی کشمکش، لوٹ کھسوٹ ، قتل و غارت، بربریت، خود غرضی، زرپرستی، سیاسی ہوس، ذخیرہ اندوزی امیر وغریب کے طرز زندگی میں تفاوت، بے روزگاری اور عدم تحفظ کا احساس بہت اہم ہیں۔ شہری موضوع کے حوالے سے اہم افسانے، "چھلی"، "گھر سے گھر تک"، "پاگل"، "فیشن"، "بارٹر"، "عورت صاحبہ"، "ہذا من فضل ربی "اور" بندگی بے چارگی" جیسے افسانے ہیں۔ احمد ندیم قاسمی نے اپنے ان افسانوں کے ذریعے شہری انسان کو اپنی اقدار سے دور، نمود ونمائش، ریاکاری، قول وفعل میں تضادات کا مظاہرہ کرتے دکھایا ہے قاسمی ان افسانوں کے ذریعے زیادہ تر منفی پہلوؤں کو پیش کرتے ہیں۔

افسانہ 'بھرم' میں بھی دولت کے نشے اور شراب کی بدمستی کی تصویریں پیش کی گئی اور انسانی قدروں کی پامالی کا منظر پیش کیا گیا۔ اس کہانی میں ندیم نے اس المیے کی طرف اشارہ کیا کہ ناجائز دولت کی فراوانی کے عذاب میں مبتلا ہو کر لوگ عشق کا چلن بھول بیٹھے ہیں۔ شہری افسانوں میں افسانہ "عورت صاحبہ" بھی قول وفعل کے تضاد کو پیش کرتا ہے جس میں ایسے سیٹھ کی کہانی ہے جو بظاہر خود کو نیک ظاہر کرتا ہے لیکن حقیقت میں وہ ان تمام معاشرتی برائیوں میں سرکردہ کی حیثیت رکھتا ہے جو کہ اس طبقے میں رائج الاعام ہیں ان کے کردار کی عکاسی کچھ یوں کی ہے

> " سیٹھ صاحب: اندر کسی کمرے میں شائد پی رہے تھے مگر سر پر یوں رومال باندھ
> رکھا تھا جیسے نماز پڑھ رہے ہوں۔" (9)

اسی طرح" سفید گھوڑا "بندگی بے چارگی" کے مرکزی کردار بھی اپنے معیار واقدار پر استقامت اور شدید معاشرتی دباؤ کے زیر اثر رفتہ رفتہ پسپائی کا مظاہرہ کرتے ہیں جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ حالات کے جبر نے ہماری تہذیبی زندگی پر کس قدر بھیانک اثرات مرتب کیے ہیں افسانہ "بندگی بے چارگی "شہر ودیہات کی تہذیبوں کو ایک ایسے سنگم کے طور پر سامنے لاتا ہے جس کی دوسری انتہا پر امین شرابی اور مغربیت کا نقال بن جاتا ہے اور یوں غیر فطری طور پر اپنی بیوی کی بے پردگی پر اتر آتا ہے کہ اس کے نزدیک اب یہی آزادی کا سود مند تصور ہے۔

> "آج سے تمہارا پردہ ختم۔۔۔ میں نے شراب پی ہے تم بھی شراب پیو۔۔۔
> میرے افسروں سے ہاتھ ملاؤ، میرے افسروں کو لڈی دکھاؤ۔

میرے افسروں کو خوش کرو۔ بانیاڈارلنگ" (10)

یہ حکم دے کر وہ بانوں کے قدموں میں سر رکھ کر زار و قطار رونا شروع کر دیتا ہے، جس سے اس کی بندگی بے چارگی کے ساتھ ساتھ اس کی بانو کے لیے پر خلوص محبت بھی واضح ہوتی ہے۔ گھر سے گھر تک، ھذا من فضل ربی، موج و خون اور بھرم میں ایسے انسانوں کی عکاسی کی گئی ہے جو تضادات میں گھرے ہیں دولت، عورت اور محبت ان کے لیے ایسی تثلیث بن گئی ہے جو ان کے پاؤں کی زنجیر بھی ہے اور ان کا رشتہ زندگی کے حقائق سے منسلک کرتی ہے۔

احمد ندیم قاسمی نے اپنے افسانوں میں مذہب کے نام پر استحصال کرنے والوں کو بھی پیش کیا۔ قاسمی نے ایسے معصوم اور سادہ لوح انسانوں کو بھی پیش کیا جو ضعیف الاعتقادی کی وجہ سے جھوٹے پیروں کی عیاری کا شکار ہوتے ہیں احمد ندیم قاسمی کی مذہبی لوگوں اور ماحول سے واقفیت ان کے اپنے خاندانی پس منظر کی وجہ سے تھی۔ وہ اپنے خاندانی پس منظر کے باعث مذہبی گھرانوں کی صورتحال کا خاصا شعور رکھتے تھے اور خاندانی اثرات کی بنا پر ایک گہرا مذہبی طرز احساس رکھنے کے باوجود مذہب کے نام پر اختیار کیے جانے والے ڈھکوسلوں کو بھی بخوبی سمجھتے تھے اور ان کی مذمت بھی کرتے تھے وہ اس بات کی نشاندہی کرتے ہیں کہ اس نظام کی جڑیں مقامی معاشرے میں اس قدر گہری ہیں کہ اس کا شکار لوگ اس کے شکنجے سے جان نہیں چھڑا سکتے۔ وہ اپنے معاشرے میں پائی جانے والی مذہبی صورتحال کا خاصا شعور رکھتے ہیں اور مذہبی رہنماؤں میں پائی جانے والی منافقت ان کی جامد سوچ، ان کی تنگ نظری، ان کے پھیلائے ہوئے توہمات کا بیان بھی اپنی تخلیقات میں کرتے ہیں۔ ان کے افسانوں میں اکثر جاہل اور اجڈ قسم کے مولوی نظر آتے ہیں۔ احمد ندیم قاسمی نے افسانہ "کنگلے"" جلسہ "اور "چڑیل" میں اسی طرح کے کرداروں کی نشاندہی کی ہے

احمد ندیم قاسمی اپنے افسانوں میں توہم پرستی کو بھی عمدگی سے بیان کرتے ہیں وہ ایسے انسانوں کا تصور پیش کرتے ہیں جو قدیم قبائلی رسوم، مذہبی، جبر ، اور ضعیف الاعتقادی اور جہالت کا شکار ہیں قاسمی تمام جزئیات کے ساتھ اس موضوع کو بیان کرتے ہیں اور ان انسانوں کی ذہنی عکاسی بہت دلپزیر انداز میں کی ہے ضعیف الاعتقادی کی انتہا یہ ہوتی ہے کہ ہر قسم کی بیماری کا علاج تعویز گنڈوں سے کیا جاتا ہے اس حوالے سے اہم افسانے "کوہ پیما"" تھل"" ہیرا"" جن وانس"" ماسی گل بانو"" بین"" عاجز بندہ"" پیپل والا" تالاب"" چڑیل"" ایک رات چوپال پر" ہیں۔

افسانہ "ہیرا" میں زینو اپنے شوہر وریام کے بیمار ہونے پر اس کا علاج اس طرح کرتی ہے۔

> "بیس بیس کوس دور پیدل چل کر بڑے بڑے پیروں سے تعویز لے کر
> آئی۔ اس نے سائیں سبز شاہ کے مزار پر سوجی کے حلوے کی کڑاہی چڑھائی
> اور روزانہ چٹکی چٹکی خاک پاک لاکر وریام کو چٹاتی رہی"۔ (11)

اس طرح افسانہ "تھل' میں یہ عقیدہ بھی ضعیف الاعتقادی کو ظاہر کرتا ہے

"بڑے بوڑھے کہتے ہیں کہ کیکر کی خوشبو میں جن ہوتا ہے اور جن کنواریوں کو ہی نظر آسکتا ہے۔ جسے نظر آجاتا ہے اس سے عشق ہو جاتا ہے اور ایک بھگا لے جاتا ہے دوسری بھاگ جاتی ہے" (12)

شہری موضوعات کی طرح مذہبی توہم پرستی اور خانقاہی نظام پر لکھے گئے افسانے بھی اس چیز کے عکاس ہیں کہ قاسمی نے یہاں بھی منفی پہلوؤں کو زیادہ پیش کیا۔ اس کی بھی اہم وجہ ان کا ذاتی تجربہ تھا۔ محمد عباس طوروی اس کو اس طرح لکھتے ہیں کہ

"ان کی ادبی شخصیت نے ان کے خاندانی نسب و وراثت میں ملنے والی سوچ سے بہت اہم اثرات لئے ہیں۔ جنہیں ندیم کے تخلیقی شعور نے احسن طریقے سے فن کی صورت میں ڈھالا البتہ انھیں چونکہ تجربہ ہی صرف منفی پہلو کا ہوا تھا اس لیے وہ اس نظام کا غیر جانبداری سے مطالعہ نہ کر سکے اور خوبیوں کی بجائے صرف خامیوں پر ہی نظر رکھی گئی جس سے ان کا مطالعہ اس حد تک مستند نہیں قرار پاتا۔" (13)

تحریک پاکستان سے احمد ندیم قاسمی کی جذباتی وابستگی تھی اور قیام پاکستان کی نوید تمام مسلمانان ہند کی طرح قاسمی کے لیے بھی ایک ایسے جہاں کی نوید تھی جہاں امن وسکون، پیار ومحبت اور مساوات کا دور دورہ ہو گا جہاں ایک معتدل معاشرہ قائم ہو گا لیکن جاگیر داروں سرکاری اہل کاروں، سرمایہ داروں نے پاکستان کا بھرپور استحصال کیا اور وہ مقاصد حاصل نہ ہو پائے جو پیش نظر تھے۔ اس تمام صورتحال کو احمد ندیم قاسمی نے بہت عمدگی سے بیان کیا اس حوالے سے اہم افسانے "جب بادل اُمڈے "تسکین" "ووٹ" "پرمیشر سنگھ 'کفن دفن "فساد" "نیا فرہاد" "کپاس کا پھول" "بڑی سرکار کے نام" "اور" "میں انسان ہوں" "وغیرہ شامل ہیں۔ افسانوی مجموعہ در ودیوار کے بیشتر افسانے فسادات و ہجرت اور اس وقت کی سماجی اور سیاسی صورتحال کی المناکی کو بیان کرتے ہیں۔

اس موضوع کے حوالے سے لکھے گئے افسانوں میں قاسمی جس قسم کے انسان کا تصور پیش کرتے ہیں جن میں ایک طرف تو وہ لوگ تھے جو لٹے پٹے ہجرت کر کے آئے تھے ان لوگوں کو لٹنے کا دکھ نہیں تھا انھیں اس مٹی سے جڑنے کی خوشی تھی لیکن یہ خوشی اور فخر انھیں اس وقت پچھتاوے میں مبتلا کر دیتا جب یہاں کے جاگیر دار ان سے ہتک آمیز سلوک کرتے ہیں۔ لیکن یہاں یہ بات بھی اہم ہے کہ یہ لوگ اپنے حقوق کا ادراک رکھتے ہیں۔ جیسا کہ

ایک افسانے میں جب مہاجر یہ کہتا ہے

"ہم نے لہو کے سیلاب میں کشتیاں چلائی ہیں، بھئی ہم کب اس جاگیر دار کو کب
خاطر میں لاتے ہیں۔ اب تو پاکستان بن چکا ہے اب سب جاگیریں ہم لوگوں میں
بٹ جانے والی ہیں۔" (14)

احمد ندیم قاسمی کے تصور انسان کی بہترین عکاسی ان کے افسانے "میں انسان ہوں" سے ہوتی ہے جسے انھوں نے تمام تعصبات سے بالاتر ہو کر بحیثیت انسان تحریر کیا اس افسانے کے ذریعے احمد ندیم قاسمی نے انسان کی کی ازلی معصومیت کو پیش کیا اور اس طرح پوری نسل انسانیت کی نمائندگی کی اور ثابت کیا کہ وہ ایک انسان دوست فن کار ہیں اور ان کی نظر میں انسانیت کی معراج احترام آدمیت میں ہے۔ جب بھی وہ انسان کو غیر انسانی حالت میں دیکھتے ہیں تو ان کے اندر کا حساس فن کار تخلیقی سطح پر احتجاج کیے بغیر نہیں رہ سکتا۔ تقسیم ہند کے حوالے سے لکھے گئے اس افسانے میں قاسمی نے ہندو اور مسلمانوں دونوں فریقوں کو غیر جانبداری کے ساتھ مظلوم ٹھہرانے کی کوشش کی ہے جیسا کہ افسانے کی درج ذیل سطور سے ظاہر ہوتا ہے

" میں انسان ہوں کائی پر کھدے ہوئے اوم ،ٹوپی پر ٹکے ہوئے چاند ستارے اور
پہلو میں لٹکی ہوئی کرپان کے باوجود انسان ہوں ، میں ساری دھرتی کا باشندہ ہوں
اور میں ایک ایسے خدا کی عبادت کرتا ہوں جو ستاروں اور پھولوں اور پانیوں میں
بسا ہوا ہے لیکن جس سے آج تک میری مڈبھیڑ نہیں ہوئی" (15)

احمد ندیم قاسمی حالات اور معاشرے کے جبر کا شکار انسانوں کی بات کرتے ہیں وہ انسان چاہے دیہات سے تعلق رکھتا ہو یا شہر سے، مسلمان ہو، یا کسی اور مذہب کو ماننے والا ہو، بر صغیر سے تعلق رکھتا ہو یا دنیا کے کسی بھی خطے سے ،وہ عالمگیر جذبات و احساسات کا پرچار کرتے ہیں اور انسانی ہمدردی اور محبت کے پہلوؤں کو سامنے لاتے ہیں۔ احمد ندیم قاسمی کے ہاں انسان سے محبت کی تین سطحیں ہیں۔ سب سے پہلی سطح وہ ہے جہاں ندیم انسان سے بحیثیت انسان محبت کرتے ہیں دوسری سطح پر انسان اپنی عظمت کے باعث ان کی محبت کا حق دار ٹھہرتا ہے تیسری سطح پر اس مثالی تصور کی وجہ سے انسان ان کی محبت کا سزاوار ہے جو ندیم کے تجریاتی فکر نے انھیں عطا کیا ہے یعنی ان کی محبت عام انسان، عظیم انسان، اور پھر مثالی انسان تک کے سبھی مدارج پر محیط ہے۔

ندیم انسانیت کے ناتے ہر انسان سے ایسی محبت رکھتے ہیں جس کا حقدار وہ ابن آدم ہونے کے ناتے سے ہے۔ ان کے افسانوں کے بیشتر کردار اعلیٰ تر صفات کے حامل نظر آتے ہیں اور اگر ندیم نے منفی شخصیت کے حامل کرداروں کو پیش بھی کیا تو اس سے یہ ظاہر کرنے کی کوشش تھی کہ انسان حقیقت میں تمام تضادات کا مجموعہ ہے۔ اور اس کی اچھائی وہبی عنصر اور برائی سماجی اثرات کی پیداوار ہے۔ سرشت انسان حقیقتاً فطری لحاظ سے معصوم ہے۔ ندیم کا مثالی انسان جس سے وہ محبت رکھتے ہیں جدید زمانے کے تقاضوں سے ہم آہنگ ہے۔

ناہید قاسمی ندیم کے تصور انسان کو اس طرح بیان کرتی ہیں

"ندیم کے تصور انسانیت کی وسعتوں پر غور کریں تو میرے نزدیک قابل غور یہ
بات سامنے آتی ہے کہ انسان کامل ﷺ کی شخصیت کا قدر دان،اور ان کی
تعلیمات و ہدایات کی اہمیت وعالمگیریت کا شناسا اور حامی ایک
بہادر، عادل، سچا، ہمدرد، باعمل اور پر امید آدمی واعلیٰ انسان ہے۔" (16)

قاسمی نے کچھ اپنے افسانوں میں ایسے کردار تخلیق کیے جو نہایت جاندار تھے۔ان کی شخصیت کے خدوخال،ان کی سراپا نگاری اور نفسیاتی اور جذباتی سطح پر ان کا عمل اور ردعمل ان سب پہلوؤں کی وجہ سے یہ زندہ کرداروں کی حیثیت اختیار کر گئے۔ احمد ندیم قاسمی نے ان افسانوں کے ذریعے ایسے انسانوں کا تصور پیش کیا۔ جو زندگی میں جینے اور نامساعد حالات سے لڑنے کا بھرپور حوصلہ میں رکھتے ہیں اور بے پناہ صلاحیتوں کے مالک ہوتے ہیں۔احمد ندیم قاسمی نے ان کرداروں کی تصویر کشی کچھ اس انداز سے کی کہ اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اگر انہیں درپیش سماجی مسائل اوران کی معاشرتی زندگی میں پیش آنے والے حالات وواقعات اگر ان کی راہ میں روکاوٹ نہ بنتے تو یہ معاشرے کے مفید اور مثبت انسان کی صورت میں سامنے آتے۔ جیسا کہ "گنڈاسا" کا کردار مولا حقیقت میں صالح، مثبت اور ہمدرد دل رکھنے والا انسان تھا۔ وہ پتھر دل نہیں تھا۔ کہانی میں تین مواقع پر وہ روپڑتا ہے اور جب اس کے رونے کی بابت دریافت کیا گیا تو بہت معصومانہ انداز میں اس کا جواب ہوتا۔ا

"تو کیا اب روؤں بھی نہیں"

اس حوالے سے غافر شہزاد لکھتے ہیں۔

"رونے والی آنکھ رکھنے والا دل سفاک ہو ہی نہیں سکتا اور مولا کے کردار میں بھی
ایسی سفاکی نہیں۔ ان تین مواقعوں پر مولا جس ردعمل کو ظاہر کرتا ہے اس سے
اس کی گزشتہ زندگی اور اصل شخصیت کا اندازہ ہوتا ہے۔ جب اس کے ہاتھ میں
گنڈاسا نہیں تھا"۔ (17)

مولا بنیادی طور پر ایک صالح، مثبت اور ہمدرد دل رکھنے والا انسان تھا جو زندگی میں پورے تحرک کے ساتھ شریک تھا مگر اس کے باپ کے قتل نے اسے گاؤں اور پھر علاقے بھر میں خوف اور دہشت کی علامت بنا دیا۔

قاسمی اپنے افسانوں میں جن انسانوں کا تصور پیش کرتے ہیں ان کی سوچ، اعمال، اور ان کی زندگی کے نشیب وفراز کو نہایت دیانتداری سے پیش کرتے ہیں۔ وہ کرداروں پر اپنی ذات کو مسلط کرنے کے بجائے ان کو ان کے نقطہ نظر سے دیکھنے کو ترجیح دیتے ہیں۔ قاسمی کے افسانوں میں ایک جیسی صورتحال کا سامنا کرنے والے انسانوں کے ردعمل مختلف ہوتے ہیں جو کہ قاسمی کی سوچ اور ان کے افسانوں میں تنوع کی خصوصیت پیدا کرتے ہیں

جیسا کہ افسانہ "بڑی سرکار کے نام" اور "آتش گل" میں دونوں عورتوں کا ایک ہی مسئلہ ہے کہ دونوں کو بیوہ ہونے کے باعث حکومت سے معاوضہ درکار ہے دونوں ہر قسم کی چارہ جوئی کرتی ہیں کہ ان کا مسئلہ حل ہو جائے۔

قاسمی کے تصور میں انسان ایک عظیم ہستی کے طور پر سامنے آتا ہے۔ وہ انسانی عظمت کے علمبردار ہیں۔ وہ مذہبی، تہذیبی، نسلی، سیاسی یا معاشرتی اختلافات کو پس پشت رکھ کر بلا امتیاز انسان سے محبت کرتے ہیں۔ وہ انسان کو بحثیت انسان ہی اشرف گردانتے ہیں۔ وہ ایک فطری انسان کا تصور رکھتے ہیں جس کی سرشت میں جہد اور ارتقا ہے جو معصومیت کا پیکر ہے جو انصاف، آزادی اور روحانی پاکیزگی کا مظہر ہے۔ قاسمی جس قسم کے انسان کا تصور پیش کرتے ہیں اس کی فطرت کے پیچ و خم سے ان کی واقفیت بڑی دوررس ہے۔ جس کے دل میں دوسرے دل کے لئے جگہ ہے اور جس کا دل دوسرے کے لیے تڑپ رکھتا ہے جو جہان کے غموں کو اپنے من میں سمیٹ لیتا ہے۔ قاسمی کے افسانے ایسے انسان کی عکاسی صرف اس وجہ سے ہے کہ وہ ذاتی طور پر اس طرح کی کیفیتوں سے گزر چکے ہیں۔ ندیم نے ایسے انسان کا تصور پیش کیا جو انسان دوست ہے جس کے اندر انسانیت کا احترام ہے۔ قاسمی کی شخصیت کی خوبیاں اور نفاست ان کے تصور انسان کی عکاس ہیں۔ احمد ندیم قاسمی اپنے تصور میں انسان کو اس کا بلند مقام دیکھنا چاہتے ہیں جو اپنے حقوق کا ادراک کر سکے جو مظلوم نہ ہو جو ظلم کی چکی میں پسنے والا نہ ہو بلکہ معاشرے کے تمام انسانوں کو انسانیت کے ایک مرتبے پر دیکھنا چاہتے تھے جہاں رنگ و نسل اور مال و دولت انسانوں کے درمیان کسی قسم کا فرق نہ کر سکے ہر انسان باعزت ہو، باوقار ہو معاشرتی ناہمواریوں کے باعث کسی کی عزت نفس مجروح نہ ہو۔

احمد ندیم قاسمی کے تصور کے مطابق انسان معصوم ہے اور فطرت کی تمام آلائشوں سے پاک ہے اور منظم صورت میں آتا ہے۔ ان کے تصور میں سماج اور تہذیب کی جبریت اسے لالچ خود غرضی، منافقت، انتقام، اور نفس پرستی جیسی آلودگیوں کا شکار کرتی ہے۔ قاسمی جوہر انسانیت کو ہر برے انسان میں تلاش کرتے ہیں۔ وہ اسلامی تعلیمات کے مطابق مثالی انسان کا پیکر تراشتے ہیں اور پھر اس انسان سے محبت کرتے ہیں۔ اس کی نظر میں انسان اہم ہے چاہے وہ دنیا کے کسی بھی خطے سے تعلق رکھتا ہو۔ وہ سماج کے اس انسان کے لیے تشویش کا شکار ہیں جو عصر حاضر کی الجھنوں، پریشانیوں اور ناانصافیوں کی زد میں ہے اور یہی ان کی انفرادیت بن گئی کہ انہوں نے انسانی زندگی کے مسائل کی رنگارنگی کو اپنے افسانے کے ذریعے بھرپور طریقے سے اجاگر کرنے کی سعی کی۔ احمد ندیم قاسمی کی تحریروں میں انسان سرفہرست رہا وہ انسانی عظمت اور اہمیت کے قائل تھے۔ قاسمی کے تصور میں انسان سب سے اشرف اور افضل ہے۔ ندیم کی شاہکار نظم "انسان عظیم ہے" انسان کی عظمت کی عمدہ مظہر ہے۔

تو عین حیات ہے مگر وہ
تزئین حیات کر رہا ہے
اس پر ہے غلط فنا کا الزام
سامان ثبات کر رہا ہے

اب جینے کا ڈھب سمجھ میں آیا

انسان عظیم ہے خدایا

نظم کے آخری بند میں ندیم کا تصور یوں واضح ہوتا ہے:

تو وقت ہے، روح ہے، بقا ہے

وہ حسن ہے، رنگ ہے صدا ہے

تو جیسا ازل میں تھا سو اب ہے

وہ ایک مسلسل ارتقاء ہے

ہر شے کی پلٹ رہا ہے کایا

انسان عظیم ہے خدایا (18)

احمد ندیم قاسمی کے افسانوں کا محور صرف انسان ہیں۔ وہ انسانیت کے عظمت کے نغمے گاتے ہیں اور انسان کی فلاح کے پہلوؤں سے سروکار رکھتے ہیں ۔ وہ سماج میں انسانوں کی ابتر حالت کو محسوس کرتے ہیں اور معاشرتی زوال پر نا آسودگی محسوس کرتے ہوئے اپنے احساسات و تاثرات کو فن کی شکل میں ڈھال کر قاری کے سامنے پیش کرتے ہیں۔ قاسمی انسانیت پرستی کے پیروکار ہیں اور جو انسان کو عظمت انسانی سمجھتے ہیں۔ ان کا تصور انسان اسلامی تعلیمات کے مطابق عالمگیر خصوصیات کا حامل ہے۔ وہ "انسان عظیم ہے "کا درس دیتے ہیں۔ وہ ہر انسان کو بحیثیت انسان محبت کا حقدار سمجھتے ہیں۔

حوالہ جات

1۔ احمد ندیم قاسمی، "چوپال"، (لاہور: سنگ میل پبلیکشنز، 2008ء)، ص762

2۔ احمد ندیم قاسمی، "چوپال"، ص745

3۔ احمد ندیم قاسمی، "طلوع وغروب"، (لاہور: گلوب پبلشرز، ۱۹۴۳ء)، ص130

4-احمد ندیم قاسمی، "چوپال"، ص728

5۔ احمد ندیم قاسمی، "بگولے"، (لاہور: سنگ میل پبلیکشنز، 2008ء)، ص436

6۔ احمد ندیم قاسمی، "سناٹا"، (لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، 2008ء)، ص689

7۔ افشاں ملک، "احمد ندیم قاسمی آثار وافکار"، (دہلی: ایجوکیشنل پبلیشنگ ہاوس 2006ء)، ص140

8۔ احمد ندیم قاسمی، "سناٹا"، ص705

9۔احمد ندیم قاسمی، "نیلا پتھر"،(لاہور:سنگ میل پبلی کیشنز،2008ء)،ص591

10۔احمد ندیم قاسمی، "گھر سے گھر تک"،ص217

11۔احمد ندیم قاسمی، "بازار حیات"،(لاہور:سنگ میل پبلی کیشنز،2008ء)،ص310

12۔احمد ندیم قاسمی، "کپاس کا پھول"،ص272

13۔عباس طوروی، "احمد شاہ سے احمد ندیم قاسمی تک"،(لاہور:پاکستان رائٹرز کوآپریٹو سوسائٹی،2010ء)،ص26

14۔احمد ندیم قاسمی، "درودیوار"،ص36

15۔ایضا،ص9

16۔ڈاکٹر ناہید قاسمی، "ندیم کی غزلوں کا تجزیاتی مطالعہ"،(لاہور:سنگِ میل پبلی کیشنز،2002ء)،ص207

17۔غافر شہزاد، "ندیم کے افسانوی کردار"،(لاہور:ادراک پبلیشرز1997ء)،ص25

18-احمد ندیم قاسمی، "شعلہ گل"، نظم:انسان عظیم ہے،(لاہور:شرکت رنٹنگ پریس،2000ء)،ص71،70